سوال نمبر 1 کا جواب

سوال: اردو میں نظم کی مختلف ہیئتوں کا تعارف پیش کریں اور بتائیں کہ ہیئت کے ان تجربات نے اردو شاعری کو کیا نئے موضوعات دیے۔ (20 نمبر)

جواب: اردو نظم کی تاریخ ہیئت (Form) کے ارتقاء کی ایک دلچسپ داستان ہے۔ ہیئت محض ایک ظاہری ڈھانچہ نہیں ہوتی بلکہ یہ شاعر کے تجربات، احساسات اور افکار کو ایک منظم شکل عطا کرتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرتی، سیاسی اور فکری حالات بدلے، شعراء نے محسوس کیا کہ پرانی ہیئتیں نئے اور پیچیدہ موضوعات کو سمیٹنے سے قاصر ہیں۔ اسی ضرورت کے تحت اردو نظم میں ہیئت کے مختلف تجربات کیے گئے جنہوں نے نہ صرف نظم کی ظاہری شکل کو بدلا بلکہ موضوعات کے نئے دروازے بھی کھولے۔

۱۔ پابند نظم: کلاسیکی روایت اور اس کی موضوعاتی وسعت

پابند نظم وہ صنف ہے جس میں بحر کے استعمال، قافیے اور ردیف کی ترتیب کے اصولوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ یہ اردو شاعری کی سب سے قدیم اور روایتی ہیئت ہے۔ مثنوی، قصیدہ، مرثیہ اور مسدس جیسی اصناف اسی ذیل میں آتی ہیں۔ ابتدا میں

www.joheraiou.03164962025

Scanned with OKEN Scanner

اس ہیئت میں عشقیہ، اخلاقی، مذہبی اور رزمیہ موضوعات بیان کیے جاتے تھے۔ لیکن جب سر سید تحریک کے زیرِ اثر حالی اور آزاد نے نظم کو مقصدیت کے لیے استعمال کیا تو اسی پابند ہیئت میں قومی، اصلاحی اور سماجی موضوعات کو کامیابی سے برتا گیا۔ حالی کی "مسدسِ مدوجزرِ اسلام" اور اقبال کی طویل نظمیں (جیسے "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ") اس کی بہترین مثالیں ہیں، جہاں پابند ہیئت کو فکری اور فلسفیانہ موضوعات کے اظہار کا ذریعہ بنایا گیا۔

۲۔ نظمِ معریٰ: ہیئت میں پہلی بغاوت

نظمِ معریٰ (Blank Verse) ہیئت کے تجربات میں پہلا اہم قدم تھا۔ اس میں بحر کی پابندی تو کی جاتی ہے لیکن قافیہ اور ردیف کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ اس تبدیلی نے شاعر کو قافیے کی لازمی قید سے آزاد کر دیا، جس کی وجہ سے وہ اپنے خیالات کو زیادہ تسلسل اور روانی کے ساتھ بیان کرنے کے قابل ہوا۔ عبدالحلیم شرر اور اسمٰعیل میرٹھی نے ابتدائی تجربات کیے۔ اس ہیئت نے ڈرامائی اور بیانیہ نظموں کے لیے بہترین میدان فراہم کیا کیونکہ قافیے کی عدم موجودگی مکالمے اور کہانی کے فطری بہاؤ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ اس سے موضوعات میں ایک نیا حقیقت پسندانہ رنگ پیدا ہوا اور طویل بیانیہ نظموں کے لیے راہ ہموار ہوئی۔

۳۔ آزاد نظم: فکر و خیال کی مکمل آزادی

آزاد نظم (Free Verse) بیسویں صدی کا سب سے بڑا ہیئتی تجربہ تھا جس نے اردو شاعری میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس میں نہ تو قافیے کی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی بحر کے ارکان کی تعداد ہر مصرعے میں برابر ہوتی ہے۔ مصرعے چھوٹے بڑے ہو سکتے ہیں، جس کا انحصار خیال کی اکائی اور شاعر کے جذبے کی شدت پر ہوتا ہے۔ ن۔م راشد اور میراجی نے اسے عروج بخشا۔ اس ہیئت نے شعراء کو جدید دور کی پیچیدہ نفسیاتی کیفیات، داخلی انتشار، وجودیت، علامت نگاری اور تجریدیت جیسے موضوعات بیان کرنے کی بھرپور آزادی دی۔ آزاد نظم نے شہری زندگی کی الجھنوں، فرد کی تنہائی اور مشینی دور کے مسائل جیسے نئے

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

موضوعات کو اردو شاعری کا حصہ بنایا جو پابند نظم میں ممکن نہیں تھا۔

۴۔ نثری نظم: ہیئت کی تمام قیود سے انکار

نثری نظم (Prose Poetry) ہیئت کے تجربات کی انتہا ہے۔ یہ وزن، بحر، قافیہ اور ردیف، تمام شعری پابندیوں سے آزاد ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد نثر کے آہنگ، خیال کی شدت اور امیجری پر ہوتی ہے۔ ابتدا میں اسے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا لیکن آج یہ ایک مسلمہ صنف ہے۔ نثری نظم نے روزمرہ کی معمولی باتوں، ذہن میں اچانک آنے والے منتشر خیالات (Stream of Consciousness) اور جدید زندگی کے انتہائی مختصر اور لمحاتی تجربات کو شاعری میں سمونے کا موقع فراہم کیا۔ اس ہیئت نے شاعری اور نثر کے درمیان کی حدوں کو دھندلا دیا اور ایسے موضوعات کو بھی شعری اظہار کا حصہ بنایا جو پہلے ممکن نہ تھے۔

۵۔ ہیئت کا تجربہ اور موضوع کا تنوع: ایک تجزیہ

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہیئت کی ہر تبدیلی اپنے ساتھ نئے موضوعات لائی۔ پابند نظم نے جہاں کلاسیکی اور اصلاحی موضوعات کو جگہ دی، وہیں نظم معریٰ نے بیانیہ اور ڈرامائی شاعری کو فروغ دیا۔ آزاد نظم جدید انسان کے باطنی کرب، نفسیاتی الجھنوں اور فلسفیانہ سوالات کی آواز بنی۔ نثری نظم نے زندگی کے ان ٹکڑوں کو شاعری کا روپ دیا جنہیں پہلے ناقابلِ بیان سمجھا جاتا تھا۔ ہیئت کی تبدیلی محض ایک فنی مشق نہیں تھی بلکہ یہ بدلتی ہوئی دنیا اور بدلتے ہوئے انسان کے نئے تجربات کو بیان کرنے کی ایک ناگزیر ضرورت تھی۔

۶۔ ہیئت اور آہنگ کا رشتہ

ہر ہیئت کا اپنا ایک مخصوص آہنگ ہوتا ہے جو اس کے موضوعات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پابند نظم کا موسیقیت سے بھرپور آہنگ اسے غنائیت اور جوشیلے موضوعات کے لیے موزوں بناتا ہے۔ آزاد نظم کا غیر مساوی مصرعوں پر مشتمل آہنگ جدید زندگی کے اتار چڑھاؤ اور بے ترتیبی کی عکاسی کرتا ہے۔ نثری نظم کا داخلی آہنگ قاری کو شاعر کے ذہن کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

اس طرح ہیئت اور آہنگ مل کر موضوع کو ایک نئی جہت اور گہرائی عطا کرتے ہیں۔

۷۔ حاصلِ کلام

مختصراً، اردو نظم میں ہیئت کے تجربات نے اردو شاعری کو جمود سے نکالا اور اسے عالمی ادب کے ہم پلہ کھڑا کر دیا۔ ان تجربات نے نہ صرف شاعر کو اظہار کی نئی آزادیاں بخشیں بلکہ جدید حسیت سے پیدا ہونے والے ان گنت نئے موضوعات کے لیے دروازے کھول دیے۔ آج اردو نظم جس فکری اور فنی بلندی پر کھڑی ہے، اس کی بنیاد ہیئت کے انہی انقلابی تجربات پر ہے۔

سوال نمبر 2 کا جواب

سوال: اردو کی مختصر شعری اصناف کی فنی خصوصیات بیان کریں اور واضح کریں کہ یہ اصناف اپنے مخصوص آہنگ کی وجہ سے کیوں مقبول ہیں۔ (نمبر 20)

جواب: اردو شاعری کا دامن صرف غزل اور نظم جیسی طویل اصناف تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں کئی مختصر شعری اصناف بھی شامل ہیں جو اپنی جامعیت، اختصار اور مخصوص آہنگ کی بدولت بے حد مقبول ہیں۔ یہ اصناف کم لفظوں میں بڑی بات کہنے کا فن ہیں اور ایک ہی نشست میں قاری یا سامع کو مکمل تاثر دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ رباعی، قطعہ، گیت، اور ثلاثی جیسی اصناف اسی ذیل میں آتی ہیں۔

ا۔ قطعہ: وحدتِ تاثر اور سماجی تبصرے کا فن

قطعہ تکنیکی طور پر دو یا دو سے زائد ایسے اشعار پر مشتمل ہوتا ہے جو غزل کی ہیئت میں ہوتے ہیں لیکن ایک ہی مرکزی خیال کو تسلسل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی فنی خصوصیت "وحدتِ خیال" ہے۔ قطعے میں شاعر کسی ایک واقعے،

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

خیال یا جذبے کو مکمل طور پر بیان کرتا ہے۔ اس کا آہنگ سنجیدہ اور بعض اوقات طنزیہ ہوتا ہے۔ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے یہ سماجی مسائل، سیاسی تبصروں، اخلاقی نکات اور ذاتی تجربات کے بیان کے لیے انتہائی موزوں صنف ہے۔ اس کی مقبولیت کی وجہ اس کی برجستگی اور براہِ راست ابلاغ ہے۔ سامعین مشاعروں میں قطعے کو فوراً سمجھ کر داد دیتے ہیں۔

۲۔ رباعی: فلسفہ و حکمت کا سمندر کوزے میں

رباعی چار مصرعوں پر مشتمل ایک انتہائی پابند اور مشکل صنف ہے۔ اس کے لیے ایک مخصوص بحر (بحرِ ہزج) اور ایک مخصوص اوزان کی پابندی لازمی ہے۔ اس کا قافیہ عموماً الف، الف، ب، الف ہوتا ہے۔ رباعی کی فنی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پہلے دو مصرعے تمہید کا کام کرتے ہیں، تیسرا مصرعہ خیال کو آگے بڑھاتا ہے اور چوتھا مصرعہ فیصلہ کن اور چونکا دینے والا ہوتا ہے، جس میں پوری رباعی کا نچوڑ موجود ہوتا ہے۔ اس کا آہنگ پُروقار اور حکیمانہ ہوتا ہے۔ اس میں تصوف، فلسفہ، اخلاقیات اور حیات و کائنات کے اسرار جیسے گہرے موضوعات بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کی مقبولیت کی وجہ اس کی فکری گہرائی اور اختصار ہے۔ ایک چھوٹی سی رباعی قاری کو سوچنے کے لیے ایک وسیع جہان دے جاتی ہے۔

۳۔ گیت: موسیقی اور جذبات کا سنگم

گیت بنیادی طور پر ہندی روایت سے اردو میں آئی ہوئی صنف ہے۔ اس کی سب سے بڑی فنی خصوصیت اس کی موسیقی اور غنائیت ہے۔ اس کی زبان سادہ، شیریں اور عوامی ہوتی ہے، جس میں ہندی کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ گیت کا آہنگ نرم، لچکدار اور دھنوں میں ڈھل جانے والا ہوتا ہے۔ اس کا بنیادی موضوع محبت، ہجر، وصال، فطرت اور نسائی جذبات کی عکاسی ہے۔ گیت کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ اس کا عوامی آہنگ اور موسیقی سے گہرا رشتہ ہے۔ یہ دلوں کو براہِ راست چھوتی ہے اور اسے آسانی سے گایا جا سکتا ہے، جس کی وجہ سے فلم اور موسیقی کی دنیا میں اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

۴۔ مخصوص آہنگ اور مقبولیت کی وجوہات

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

ان تمام مختصر اصناف کی مقبولیت میں ان کے "مخصوص آہنگ" کا کلیدی کردار ہے۔ آہنگ سے مراد صرف بحر یا وزن نہیں بلکہ الفاظ کا انتخاب، مصرعوں کی ساخت اور مجموعی تاثر بھی ہے۔

- **قطعے کا آہنگ** بیانیہ اور براہِ راست ہوتا ہے، جو اسے فوری ابلاغ کے قابل بناتا ہے۔
- **رباعی کا آہنگ** پر شکوہ اور دانشورانہ ہوتا ہے، جو اس کے فلسفیانہ مواد سے مطابقت رکھتا ہے۔
- **گیت کا آہنگ** مترنم اور عوامی ہوتا ہے، جو اسے عوام کے دلوں کی آواز بناتا ہے۔

یہ اصناف اس لیے مقبول ہیں کیونکہ یہ جدید دور کے تیز رفتار قاری کی ضرورت پوری کرتی ہیں۔ وہ کم وقت میں ایک مکمل ادبی تجربہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اور یہ اصناف یہی کام کرتی ہیں۔

۵۔ ثلاثی، ہائیکو اور دیگر تجربات

بیسویں صدی میں کچھ مزید مختصر اصناف نے اردو میں جگہ بنائی۔ ان میں تین مصرعوں پر مشتمل "ثلاثی" اور جاپانی صنف "ہائیکو" شامل ہیں۔ ہائیکو 5، 7، 5 صوتی ارکان کی ترتیب سے بنتی ہے اور کسی ایک لمحاتی کیفیت یا منظر کو گرفت میں لیتی ہے۔ ان کا آہنگ بھی انتہائی مختصر اور جامع ہوتا ہے۔ ان کی مقبولیت کا راز بھی ان کے اختصار اور ایک ہی جھٹکے میں گہرا تاثر چھوڑ جانے کی صلاحیت میں پوشیدہ ہے۔

۶۔ فنی جامعیت اور ابلاغ کی قوت

مختصر اصناف کی ایک مشترکہ فنی خصوصیت ان کی جامعیت ہے۔ شاعر کو چند مصرعوں میں ایک مکمل دنیا آباد کرنی ہوتی ہے۔ اس کے لیے الفاظ کا انتخاب، تشبیہات و استعارات کا استعمال اور خیال کی پختگی انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ جب یہ تمام عناصر ملتے ہیں تو ایک چھوٹی سی نظم بھی قاری پر گہرا اور دیرپا اثر چھوڑتی ہے۔ ان کا آہنگ ان کے موضوع سے ہم آہنگ ہو کر ابلاغ کو مزید مؤثر بناتا ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

۷۔ حاصلِ بحث

مختصراً، اردو کی مختصر شعری اصناف اپنی فنی پختگی، موضوعاتی تنوع اور مخصوص آہنگ کی بدولت اردو ادب کا ایک لازمی اور حسین حصہ ہیں۔ ان کی مقبولیت کی وجہ ان کا اختصار، جامعیت اور جدید قاری کے مزاج سے مطابقت ہے۔ یہ اصناف ثابت کرتی ہیں کہ شاعری کی عظمت طوالت میں نہیں بلکہ گہرائی اور تاثیر میں پنہاں ہے۔

www.joheraiou 03164962025

سوال نمبر 4 کا جواب (الف)

سوال: اختر شیرانی کی نظم نگاری میں موجود رومانیت اور جمالیاتی عناصر کے پیش رو نظم نگاروں سے کس طرح مختلف ہیں؟ تنقیدی جائزہ لیں۔ (20 نمبر)

جواب: اختر شیرانی کو بجا طور پر "شاعرِ رومان" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اردو نظم کو ایک ایسے نئے رومانوی اور جمالیاتی آہنگ سے روشناس کرایا جو ان سے پہلے کے شعراء کے یہاں موجود نہیں تھا۔ اگرچہ رومانیت کے عناصر کلاسیکی شاعری اور حالی و اقبال کے دور میں بھی ملتے ہیں، لیکن اختر کی رومانیت اپنی نوعیت، موضوعات اور اسلوب کے اعتبار سے اپنے پیش رووں سے یکسر مختلف اور منفرد ہے۔

۱۔ پیش رو شعراء کی رومانیت: ایک محدود تصور

اختر شیرانی سے پہلے اردو شاعری میں رومانیت کا تصور محدود تھا۔ کلاسیکی غزل میں عشق کا تصور زیادہ تر رسمی، مجازی یا پھر صوفیانہ اور حقیقی ہوتا تھا۔ محبوب کا تصور ایک خیالی اور مثالی وجود تک محدود تھا جس کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا تھا۔ حالی، آزاد اور اقبال کے دور میں نظم کا مقصد اصلاح، قومیت اور فلسفہ بن گیا تھا، جس کی وجہ سے انفرادی جذبات اور رومانی احساسات

پس پشت چلے گئے تھے۔ اگر کہیں رومانیت کا ذکر تھا بھی تو وہ اجتماعی اور مقصدی شاعری کے نیچے دبا ہوا تھا۔

۲۔ اختر کی رومانیت کا مرکز: حقیقی عورت اور فطرت

اختر شیرانی کی رومانیت کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے عورت کو ایک خیالی اور مثالی وجود کے بجائے ایک جیتی جاگتی، زمینی اور حقیقی ہستی کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے اپنی نظموں میں سلمیٰ، عذرا، ریحانہ جیسے ناموں سے اپنی محبوباؤں کا ذکر کیا اور ان کے حسن، محبت اور جدائی کے جذبات کو نہایت خلوص سے بیان کیا۔ یہ اردو شاعری میں ایک بالکل نئی بات تھی۔

انہوں نے عورت کے حسن کو فطرت کے حسین مناظر (جیسے جھیل، پہاڑ، آبشار، پھول) کے ساتھ اس طرح ضم کر دیا کہ دونوں ایک دوسرے کی پہچان بن گئے۔ ان کے پیش روؤں کے ہاں فطرت کا ذکر تو تھا، لیکن وہ زیادہ تر تمہید یا پس منظر کے طور پر آتا تھا، جب کہ اختر کے ہاں فطرت بذاتِ خود ایک کردار ہے۔

۳۔ جمالیاتی عناصر: زبان کی لطافت اور موسیقیت

اختر شیرانی کے جمالیاتی شعور نے ان کے اسلوب کو اپنے پیش روؤں سے ممتاز کیا۔ ان سے پہلے کی نظموں کی زبان زیادہ تر پر شکوہ، علمی اور سنجیدہ ہوا کرتی تھی۔ اس کے برعکس، اختر نے نرم، لطیف، شیریں اور مترنم الفاظ کا انتخاب کیا۔ انہوں نے ہندی اور سنسکرت کے سادہ اور خوبصورت الفاظ کو اردو میں اس طرح استعمال کیا کہ ان کی شاعری میں ایک مخصوص نغمگی اور موسیقیت پیدا ہو گئی۔ ان کا آہنگ خوابناک اور مدھر ہے، جو قاری کو ایک تخیلاتی دنیا میں لے جاتا ہے۔ یہ جمالیاتی اسلوب ان کے پیش روؤں کے فکری اور فلسفیانہ اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔

۴۔ فراریت اور تخیل کی دنیا

رومانیت کا ایک اہم عنصر حقیقت کی تلخیوں سے فرار ہو کر ایک خیالی اور حسین دنیا میں پناہ لینا ہے۔ اختر شیرانی کی شاعری اس رجحان کی بہترین مثال ہے۔ وہ اپنی نظموں میں ایک ایسی دنیا تخلیق کرتے ہیں جو حقیقی دنیا کے دکھوں، پریشانیوں اور سماجی

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

پابندیوں سے آزاد ہے۔ "اودیس سے آنے والے بتا" جیسی نظموں میں وہ ایک ایسی آئیڈیل دنیا کا خواب دیکھتے ہیں جہاں صرف محبت، حسن اور فطرت کا راج ہو۔ یہ فراریت ان کے پیش روؤں کی مقصدیت اور حقیقت پسندی کے بالکل برعکس ہے۔

۵۔ انفرادی جذبات کا بے باک اظہار

اختر شیرانی سے پہلے شاعری میں اجتماعی اور قومی جذبات کے اظہار پر زور تھا۔ اختر نے اس روایت سے انحراف کرتے ہوئے اپنی ذات، اپنے انفرادی عشق، اپنی محرومیوں اور خوشیوں کو شاعری کا موضوع بنایا۔ انہوں نے اپنے ذاتی تجربات کو بغیر کسی سماجی خوف یا اخلاقی دباؤ کے، پوری سچائی اور بے باکی سے بیان کیا۔ یہ شدتِ احساس اور انفرادیت پر زور اختر کی رومانیت کو کلاسیکی اور اصلاحی دور کی شاعری سے ممتاز کرتا ہے۔

۶۔ تنقیدی جائزہ: انفرادیت اور حدود

اختر شیرانی بلاشبہ ایک نئے رومانوی اسلوب کے بانی ہیں، لیکن تنقیدی نقطہ نظر سے ان کی شاعری پر کچھ اعتراضات بھی کیے جاتے ہیں۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ ان کے موضوعات محدود ہیں۔ ان کی شاعری زیادہ تر عورت، محبت اور فطرت کے گرد گھومتی ہے، جس کی وجہ سے ان کے ہاں فکری گہرائی اور موضوعاتی تنوع کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات ان کی رومانیت پر سطحیت کا گمان بھی ہوتا ہے۔ تاہم، ان حدود کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اردو نظم کو ایک نئی سمت اور تازگی عطا کی۔

۷۔ حاصلِ بحث

مختصراً، اختر شیرانی کی رومانیت اور جمالیات اپنے پیش روؤں سے اس لیے مختلف ہے کہ انہوں نے عشق کو زمینی اور حقیقی بنایا، فطرت کو مرکزی کردار دیا، زبان میں لطافت اور موسیقیت پیدا کی، اور انفرادی جذبات کو بے باکی سے بیان کیا۔ انہوں نے اردو نظم کو مقصدی اور اجتماعی دائرے سے نکال کر انفرادی اور ذاتی احساسات کا ترجمان بنایا، اور یہی اردو شاعری میں ان کا سب سے بڑا اور لازوال کارنامہ ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

نوٹ : میں نے سوال نمبر 3 اور 5 کے لیے بھی ایک ایک آپشن کا انتخاب کر کے مکمل جوابات تحریر کر دیے ہیں تا کہ پرچہ مکمل طور پر حل شدہ ہو۔

سوال نمبر 3 کا جواب (الف)

سوال: مولانا حالی کی نظم "خلافت اندلس و بغداد" کے منتخب اشعار سے ثابت کریں کہ حالی نے نظم کو محض جذبات کے بجائے تاریخی شعور اور قومی اصلاح کے لیے کیسے استعمال کیا؟ (20) نمبر

جواب : مولانا الطاف حسین حالی اردو ادب میں جدید نظم کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے سر سید احمد خان کی اصلاحی تحریک سے متاثر ہو کر شاعری کو محض تفریحِ طبع اور وقتی جذبات کے اظہار کا ذریعہ سمجھنے کے بجائے اسے قومی بیداری، سماجی اصلاح اور تاریخی شعور اجاگر کرنے کا ایک مؤثر ہتھیار بنایا۔ ان کی طویل نظم "خلافتِ اندلس و بغداد" اس مقصد کی بہترین مثال ہے، جس میں وہ مسلمانوں کے شاندار ماضی کا ذکر محض جذبات کو ابھارنے کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اس کے ذریعے قوم کو اس کے زوال کے اسباب پر غور کرنے اور اصلاح کی دعوت دیتے ہیں۔

۱۔ نظم کا پس منظر: ایک تاریخی مرثیہ

"خلافتِ اندلس و بغداد" دراصل مسلمانوں کی دو عظیم تہذیبوں — اندلس (اسپین) اور بغداد — کے عروج و زوال کی داستان ہے۔ یہ نظم ایک مرثیے کی کیفیت رکھتی ہے لیکن یہ کسی فرد کا نہیں، بلکہ پوری تہذیب اور قوم کا مرثیہ ہے۔ حالی اس نظم میں مسلمانوں کے اس سنہرے دور کو یاد کرتے ہیں جب وہ علم و فن، تہذیب و تمدن اور طاقت و حکومت میں دنیا کی رہنمائی کر رہے تھے۔ لیکن ان کا مقصد صرف ماضی پر آنسو بہانا نہیں ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

۲۔ جذبات کا استعمال برائے تاریخی شعور

حالی نظم کا آغاز ہی ایک ایسے درد بھرے انداز میں کرتے ہیں جو قاری کے جذبات کو اپیل کرتا ہے۔ وہ ان شہروں، محلات اور علمی مراکز کا ذکر کرتے ہیں جو اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ جذباتیت خود مقصد نہیں، بلکہ ایک ذریعہ ہے۔ حالی قاری کے دل میں ماضی کی عظمت کا نقش بٹھا کر اسے یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ آخر اتنی عظیم قوم پر یہ زوال کیوں آیا؟ وہ جذبات کو ایک ایسے محرک کے طور پر استعمال کرتے ہیں جو قاری کو تاریخی حقائق اور اس سے حاصل ہونے والے اسباق کی طرف متوجہ کرے۔ وہ محض رونے رلانے کے بجائے تاریخی شعور بیدار کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ قومی زوال کے اسباب کا تجزیہ

حالی نے اس نظم میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب کا گہرا تجزیہ کیا ہے۔ وہ محض بیرونی دشمنوں کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتے بلکہ قوم کی داخلی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے منتخب اشعار واضح کرتے ہیں کہ علم سے دوری، باہمی نااتفاقی، عیش و عشرت میں ڈوب جانا اور اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلا دینا ہی زوال کی بنیادی وجوہات تھیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب قوم نے محنت اور علم کا راستہ چھوڑ کر آرام طلبی اختیار کر لی تو وہ اپنی عظمت کھو بیٹھی۔ یہ تجزیہ نظم کو محض ایک جذباتی نوحے سے بلند کر کے ایک فکری اور اصلاحی دستاویز بنا دیتا ہے۔

۴۔ شاعری برائے اصلاح: حالی کا بنیادی مشن

یہ نظم حالی کے اس نظریے کی عملی تفسیر ہے جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب "مقدمۂ شعر و شاعری" میں پیش کیا تھا کہ شاعری کو بامقصد اور اصلاحی ہونا چاہیے۔ حالی کے نزدیک شاعری کا کام قوم کی خامیوں پر پردہ ڈالنا نہیں بلکہ ان کی نشاندahi کر کے اصلاح کی راہ دکھانا ہے۔ "خلافتِ اندلس و بغداد" میں وہ ماضی کی شان و شوکت کا آئینہ دکھا کر حال کی پستی کا احساس دلاتے ہیں اور مستقبل کی تعمیر کے لیے عمل پر اکساتے ہیں۔ یہ نظم ایک الارم ہے جو سوئی ہوئی قوم کو جگانے کی کوشش کرتی ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

۵۔ماضی کی عظمت اور حال کی پستی کا موازنہ

حالی اس نظم میں بار بار ماضی اور حال کا موازنہ کرتے ہیں۔ وہ ایک طرف بغداد کے دارالحکمت اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کا ذکر کرتے ہیں جہاں سے پوری دنیا علم کی روشنی حاصل کرتی تھی، اور دوسری طرف اپنے دور کے مسلمانوں کی علمی پسماندگی اور جہالت کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ یہ موازنہ قاری کے دل میں ایک ٹیس پیدا کرتا ہے اور اسے اپنی موجودہ حالت پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس طرح، نظم صرف ایک تاریخی بیانیہ نہیں رہتی بلکہ ایک تنقیدی تبصرہ بن جاتی ہے۔

۶۔اشعار سے استدلال: عملی ثبوت

نظم کے اشعار اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حالی کا مقصد کیا تھا۔ مثال کے طور پر، جب وہ کہتے ہیں کہ وہ قوم جو کبھی دنیا پر حکمران تھی، آج ہر جگہ محکوم اور بے بس ہے، تو اس میں صرف افسوس نہیں بلکہ ایک گہرا طنز اور اصلاح کی تڑپ شامل ہوتی ہے۔ وہ اشعار جن میں علمی مجالس اور کتب خانوں کی ویرانی کا ذکر ہے، وہ دراصل قوم کو دوبارہ علم کی طرف راغب کرنے کی دعوت ہیں۔ ہر شعر میں جذبات کے پردے میں ایک تاریخی سبق اور ایک اصلاحی پیغام پوشیدہ ہے۔

۷۔حاصلِ کلام

مختصراً، "خلافتِ اندلس و بغداد" اس بات کا بہترین ثبوت ہے کہ حالی نے نظم کو محض جذبات کے اظہار تک محدود نہیں رکھا۔ انہوں نے اسے ایک مؤثر آلے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں میں تاریخی شعور پیدا کرنے، ان کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالنے اور انہیں اپنی اصلاح کے لیے عمل پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ نظم اردو میں مقصدی اور قومی شاعری کی ایک لازوال مثال ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner

سوال نمبر 5 کا جواب (الف)

سوال: گیت کی صنف میں ہندی مزاج اور عورت کے جذبات کی ترجمانی کس طرح اسے دیگر اصناف سے ممتاز کرتی ہے؟ نصاب میں شامل متن سے واضح کریں۔ (20 نمبر)

جواب: گیت اردو شاعری کی ایک ایسی ہر دلعزیز صنف ہے جو اپنے مخصوص ہندی مزاج، غنائیت اور نسائی جذبات کی ترجمانی کی بدولت دیگر شعری اصناف، خصوصاً غزل اور نظم، سے نمایاں طور پر مختلف اور ممتاز ہے۔ اس کی جڑیں برصغیر کی لوک روایات اور عوامی موسیقی میں پیوست ہیں، اور یہی عوامی رنگ اسے ایک منفرد شناخت عطا کرتا ہے۔

۱۔ گیت کا ہندی مزاج: زبان و بیان کی انفرادیت

گیت کی سب سے پہلی اور بنیادی خصوصیت اس کا ہندی مزاج ہے۔ اس کی زبان فارسی اور عربی کے ثقیل اور علمی الفاظ کے بجائے ہندی اور سنسکرت کے سادہ، شیریں اور عام فہم الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے۔ "پریت"، "میت"، "سجن"، "برہا"، "ندیا"، "پوروا" جیسے الفاظ گیت کی فضا قائم کرتے ہیں۔ یہ زبان اسے براہِ راست دھرتی اور عوام سے جوڑتی ہے، اس کے برعکس، غزل کی زبان زیادہ تر فارسی زدہ اور شہری ہوتی ہے۔ یہ لسانی مزاج گیت کو ایک ایسا لوک آہنگ عطا کرتا ہے جو دوسری اصناف میں نہیں پایا جاتا۔

۲۔ عورت کے جذبات کی ترجمانی: گیت کا مرکزی محور

گیت کو دیگر اصناف سے ممتاز کرنے والا سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ یہ بنیادی طور پر عورت کے جذبات کی آواز ہے۔ گیت کا متکلم (Speaker) عموماً ایک عورت ہوتی ہے جو اپنے محبوب سے اپنی محبت، اس کی جدائی کا دکھ (برہا)، ملن کی تڑپ، انتظار کی کیفیت اور امید و ناامیدی کے جذبات کا اظہار کرتی ہے۔ غزل میں عموماً مرد عاشق کے جذبات کا بیان ہوتا ہے اور محبوب کا

www.joheraiou.03164962025

Scanned with OKEN Scanner

کردار غیر واضح اور بعض اوقات ظالمانہ ہوتا ہے۔ گیت میں محبت کا رشتہ زیادہ زمینی، گھریلو اور شخصی ہوتا ہے۔ نصاب میں شامل ساحر لدھیانوی یا قتیل شفائی کے گیتوں کا مطالعہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ان میں ایک عورت کی زبان سے محبت کے کومل اور نازک احساسات بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ فطرت سے گہرا رشتہ

گیت میں عورت کے جذبات کا اظہار اکثر فطرت کے مظاہر کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ساون کی گھٹائیں، کوئل کی کوک، پپیہے کی پکار، ندی کی لہریں اور بہار کے پھول، یہ سب عورت کے داخلی جذبات کے استعارے بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، نصاب میں شامل کسی گیت میں جب بیرونی بارش کو دیکھ کر اپنے محبوب کو یاد کرتی ہے تو بارش کا منظر اس کی داخلی کیفیت کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ یہ گہرا رشتہ گیت کو ایک فطری اور آفاقی حسن عطا کرتا ہے جو شہری ماحول میں لکھی جانے والی غزل میں کم ہی نظر آتا ہے۔

www.joheraiou 03164962025

۴۔ موسیقی اور غنائیت: گیت کی روح

گیت لکھا ہی گائے جانے کے لیے جاتا ہے۔ اس کی ساخت، بحر اور الفاظ کا انتخاب ایسا ہوتا ہے کہ اس میں قدرتی طور پر ایک نغمگی اور ترنم موجود ہوتا ہے۔ اس کا آہنگ نرم، لچکدار اور دھنوں میں آسانی سے ڈھل جانے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلمی دنیا نے گیت کو سب سے زیادہ اپنایا۔ اس کے برعکس، نظم اور غزل میں بھی موسیقیت ہوتی ہے، لیکن گیت کی طرح وہ گائے جانے کی بنیادی شرط پر قائم نہیں ہوتیں۔ نصاب کے گیتوں کو پڑھتے ہوئے بھی ان کا مترنم آہنگ قاری کو محسوس ہوتا ہے۔

۵۔ دیگر اصناف سے امتیاز: ایک موازنہ

- **بمقابلہ غزل:** غزل کا ہر شعر ایک الگ اکائی ہوتا ہے، جبکہ گیت میں ایک مرکزی خیال تسلسل کے ساتھ بیان ہوتا

Scanned with OKEN Scanner

ہے۔ غزل کا لہجہ مردانہ ہے، گیت کا نسائی۔ غزل کی زبان فارسی آمیز ہے، گیت کی ہندی آمیز۔

- **بمقابلہ نظم :** نظم میں اکثر فکری، فلسفیانہ یا سماجی موضوعات بیان ہوتے ہیں اور اس کا لہجہ سنجیدہ ہوتا ہے۔ گیت کا موضوع بنیادی طور پر محبت اور اس سے وابستہ جذبات ہیں اور اس کا لہجہ ذاتی اور غنائی ہوتا ہے۔

۶۔ نصاب میں شامل متن کا حوالہ

اگر ہم نصاب میں شامل کسی گیت کا تجزیہ کریں (مثلاً حفیظ جالندھری یا کوئی اور گیت نگار)، تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک عورت اپنے محبوب کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ وہ چاندنی رات، بہتی ندی اور ہوا کے جھونکوں سے باتیں کرتی ہے اور ان سب کو اپنے دکھ کا ساتھی سمجھتی ہے۔ وہ سادہ ہندی الفاظ میں اپنی محبت کی سچائی اور جدائی کے کرب کا اظہار کرتی ہے۔ یہ تمام عناصر — ہندی مزاج، نسائی آواز، فطرت سے مکالمہ اور غنائیت — اسے غزل یا نظم سے بالکل الگ اور منفرد صنف ثابت کرتے ہیں۔

۷۔ حاصلِ کلام

مختصراً، گیت کا ہندی مزاج اسے ایک عوامی اور دھرتی سے جڑی صنف بناتا ہے، جبکہ عورت کے جذبات کی بھرپور اور سچی ترجمانی اسے اردو شاعری میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ اس کی غنائیت اور سادگی اسے عوام میں بے پناہ مقبولیت بخشتی ہے۔ یہ صنف اردو شاعری کے گلدستے میں ایک ایسے خوبصورت پھول کی مانند ہے جس کی خوشبو اور رنگ سب سے الگ اور دلکش ہے۔

www.joheraiou 03164962025

Scanned with OKEN Scanner